# اسلام... بغیر جماعت!؟؟

''اسلام''یعنی خدا کو اپنا آپ سونپ دینا، بصورتِ عبادت، ذلت واطاعت۔ نیز خدا کے ماسوا کسی ہستی کے لیے اِس عبادت، ذلت اور اطاعت کا روادار نہ ہونا...

خدا کی پسندیدہ یہ روش جس کا نام ''اسلام'' ہے (وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا)... ''انسان'' سے بطورِ فرد individual بھی ظہور کرتی ہے اور بطورِ جماعت society بھی؛ کیونکہ زمین پر ''انسان''اِن دونوں حیثیتوں میں رہتا ہے؛ اور ''خدا کے آگے تسلیم ہونا'' انسان سے اِن دونوں ہی حیثیتوں میں مطلوب ہے۔

ہیومن اسٹ وائرس سے متاثر ہمارے 'جدید ذہن' کا یہ خیال... کہ یہ ''اسلام'' مخلوقِ انسانی سے بطورِ فرد individual تو مطلوب ہے مگر بطورِ جماعت society **مطلوب** نہیں... شرعی حقائق سے پہلے یہاں کے عمرانی حقائق کے ساتھ ہی متصادم ہے۔

حق یہ ہے کہ جس طرح ''فرد'' کے بیج سے ''سوسائٹی'' پھوٹتی ہے عین اُسی طرح ''سوسائٹی'' کی شاخوں پر ''فرد'' کا بُور آتا ہے۔

چنانچہ... خود وہ ''فرد'' ہی اگر آپ کے پیشِ نظر ہو جس کو پیدا کرانا اسلام کا مقصود ہے (اور جس پر سردست ہمارے 'اسلامی' ہیومن اسٹوں کو بھی اعتراض نہیں)... تو ایسے فرد کا بڑے پیمانے (mass level) پر پیدا کرایا جانا کسی ناسازگار ماحول اور کسی فاسد فضا کے اندر ممکن نہیں۔ ''صالح فرد'' وہ ثمر ہے جو کسی ''صالح شجر'' کی ڈالیوں پر ہی نمودار ہو گا۔ نیم کے درخت پر آم آنے کی توقع، کسی بحث یا تبصرے کی محتاج نہیں!

پس ''مسلم فرد'' اور ''مسلم جماعت'' **بیک وقت** شرائع کا مقصود ہوں گے اور دونوں ایک دوسرے کی تولید reproduction کریں گے؛ شرع وعمران کے سب حقائق اِسی پر شاہد ہیں۔

پھر کیا تعجب کہ کتبِ عقیدہ میں جگہ جگہ ''**عليكم بالجماعة**'' کی تاکید پائی جائے اور فرقۂ ناجیہ کا لازمی وصف جو اہل اسلام کے بچے بچے کو یاد کرایا جاتا رہا ''**اهل السنة والجماعة**'' ہو!

چنانچہ لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةَ إِلَّا بِإِمَارَةٍ وَلَا إِمَارَةَ إِلَّا بِطَاعَةٍ میں بیان ہونے والی یہ حقیقت درجہ بدرجہ یوں بڑھتی ہے:

1. سب سے پہلے "اسلام" ہے۔ جس کا مطلب ہے: خدا کی خشیت، تعظیم اور چاہت میں انسان کا اپنا آپ خدا کو سونپ دینا اور اپنے جملہ معاملات اس کی تحویل میں دے دینا بذریعہ اتباعِ قانونِ رسالت۔ جس کے دو بڑے محور ہیں:

   أ) خدا کے آگے تعبد اختیار کرنا بصورتِ سجود و تسبیح و حمد وغیرہ۔ اور

   ب) اپنے جملہ انفرادی و اجتماعی معاملات خدا کو سونپنا بصورتِ اطاعت۔

یہ ہے "خدا کے آگے ذلت اختیار کرنا"؛ جس کی تفصیل وقت کے رسول سے دریافت کی جائے گی۔ یہ ہے "عبادت" جو خدا کے ہاں قبول ہوتی ہے اور جس کا نام "اسلام" ہے۔

2. اس "اسلام" اور "عبادت" کے **متحقق ہونے** کی صورت البتہ یہ ہے کہ بیک وقت یہ فرد individual کی سطح پر بھی ظہور کرے اور جماعت society کی سطح پر بھی؛ ایک کا دوسرے کے بغیر پایا جانا غیر متصور ہے۔ شجرِ اسلام کو پنپنا ہے تو اسے ایک "جماعت" کی صورت زمین میں جڑیں گاڑنا ہوں گی۔ "فرد" کو اس شجر سے پیوستہ رہنا ہو گا ورنہ وہ ایک پتنگا ہے جسے زمانے کی ہوائیں اڑاتی پھریں گی اور زمین پر اس کا کوئی مرکزی کردار نہ ہو گا۔ نتیجۂ کار؛ خود "اسلام" ہی زمینی عمل کے اندر اپنا کردار رکھنے کے معاملہ میں معطل ہوتا چلا جائے گا۔ چنانچہ فرمایا: لَا إِسْلَامَ إِلَّا بِجَمَاعَةٍ۔

3. جبکہ "جماعت" ایک نظم کے بغیر غیر متصور ہے۔ ایک خاص تصورِ حیات پر قائم "سوسائٹی" کے لیے لازم ہو گا کہ وہ اپنی ہی طرز کا ایک نظم بھی اختیار کرے؛ ورنہ "سوسائٹی" کی اپنی ہیئتِ ترکیبی بدل کر رہ جائے گی۔ یہ ہوا: وَلَا جَمَاعَةَ إِلَّا بِإِمَارَةٍ۔

4. البتہ یہ "نظم" بے معنیٰ ہے جب تک اُس کی "پابندی" نہ ہو۔ جیسی منفرد دنیا میں یہ "جماعت" ہے (جو کہ کتابوں اور رسولوں کے ذریعے تاسیس ہوتی ہے) ویسی ہی منفرد اس کے ہاں پائی جانے والی یہ "اطاعت" ہو گی۔ یہ ہوا: وَلَا إِمَارَةَ إِلَّا بِطَاعَةٍ۔

یعنی... خدا کی عبادت اور اطاعت بصورت اتباعِ رسالت:

1. ”فرد“ کی سطح پر بھی ہونی ہے،
2. ”جماعت“ (سوسائٹی) کی سطح پر بھی، اور
3. ”نظم“ کی سطح پر بھی۔

ہمارے اسلامی ہیومن اسٹ زیادہ تر ہمارے ساتھ اِس تیسرے پوائنٹ پر الجھتے ہیں یعنی ”نظم“ (جو کہ ہمارے شرعی مصادر میں ”امارت“ یا ”خلافت“ یا ”امامت“ سے موسوم ہے)۔ خود ہماری اکثر بحثیں ان کے ساتھ اسی آخری نقطے پر ہوتی ہیں یعنی ”اسلامی حکومت“ یا ”خلافت“ وغیرہ فرض ہے یا نہیں؟ **جبکہ اس دوران جس اصل چیز کا گھونٹ بھرا جا رہا ہے وہ ہے ”جماعت“**۔ حالانکہ ”جماعت“ سے متعلقہ بنیادیں واضح ہو جائیں تو ”امامت“ کا مسئلہ لمبی چوڑی بحث کا ضرورتمند ہی نہیں رہتا۔ البتہ اگر ”جماعت“ سے متعلقہ بنیادیں اذہان سے روپوش ہوں تو ”امامت“ کا تصور ’دو رکعت‘ کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا!

یہ درست ہے کہ ”سیاسۃ شرعیۃ“ پر ہمارے فقہاء کی تصانیف زیادہ تر ”امارت“ سے متعلقہ مباحث ہی لے کر آتی ہیں۔ یہ تالیفات اُس زمانے میں تحریر ہوئیں جب ”جماعت“ اور ”ملت“ کا تصور اذہان میں قائم تھا، نیز اُسے کسی ملحد ہیومنسٹ یلغار کا سامنا نہیں تھا۔ یہ وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں– اور یہ بات خاص طور پر نوٹ کرنے کی ہے– کہ **ہمارے ان (قدیم) ادوار میں ”الجماعۃ“ کا مسئلہ ”سیاسۃ شرعیہ“ کی نسبت ”عقیدہ“ کی کتب میں زیادہ درج ہوتا رہا ہے**؛ کیونکہ یہ مسئلہ ہے ہی ”عقیدہ“ کا۔ ”سیاست“ بےشک دین کا حصہ ہے مگر علومِ شریعت میں سیاست ”فقہ“ کے تحت آتی ہے۔ البتہ دین کے وہ ابواب جو ”عقیدہ“ کی ذیل میں آئیں بلحاظِ اہمیت و سنگینی ”فقہ“ کی نسبت کہیں بڑھ کر ہوتے ہیں۔

البتہ آج جب ہمارا پڑھا لکھا ذہن ”ہیومن اسٹ“ وائرس کی زد میں ہے، جو کہ ایک عقیدہ ہے... تو ضروری ہو چکا کہ ہم اپنے بعض ”فقہی مباحث“ کی ”عقائدی بنیادیں“ ہی سامنے لائیں۔ **”حکومت“ یا ”خلافت“ سے بڑھ کر ”جماعت“ اور ”ملت“ ایسے موضوعات کو اٹھائیں:**

اور یہیں پر ہی ہیومن اسٹ الحاد کی راہ میں کچھ مضبوط ترین عقائدی بند باندھیں۔ اُس کا حملہ ہے ہی اِس شجر کی جڑوں پر۔ شاخیں آج اُس کا بہت زیادہ نشانہ نہیں۔[1] واقعتاً یہ جنگ اس نقطہ پر آ پہنچی ہے؛ دشمن کی کل توجہ آج ہماری "جڑیں" اکھاڑنے پر ہے۔ ہمارا ایک بڑا طبقہ اِس رَو کی نذر ہو بھی چکا۔ 'شاخوں' کو زیر بحث لانا اِس وقت کی صورتحال کے حوالے سے ایک حد تک گمراہ کن بھی ہے؛ اور اِس دام میں آنا کئی ایک پہلو سے ہمارے حق میں نقصان دہ۔

کسی کسی وقت استشراقی دشمن خود ہمیں 'شاخوں' کے ساتھ الجھاتا ہے تاکہ "جڑوں" پر وہ پوری یکسوئی کے ساتھ کلہاڑا برسا سکے۔ اُس کی قائم کردہ مادرہائے علمی جو دو سو سال سے ہمیں اِس 'جہانِ نو' کا آئین پڑھانے میں لگی ہیں، ہمارے اُس قدیم شجر کی بعض شاخوں پر اچھے خاصے 'تھیسز' کروا دیتی ہیں؛ البتہ جڑوں کا کمال صفایا کرتی چلی جا رہی ہیں۔

زیر نظر تعلیقات میں یہی کوشش ہوئی ہے کہ ہیومن اسٹ پیراڈائم کے بالمقابل اِس مسئلہ کی عقائدی جہتیں واضح کی جائیں۔ لہٰذا... "خلافت" بطور ایک تصور تو یہاں ہمارے زیر بحث آئے گی، اس کے کچھ تاریخی و فقہی جوانب اور 'ڈیموکریسی' کا اس سے متصادم ہونا بھی ہمارا موضوع رہے گا، نیز آئندہ عشروں میں عالم اسلام کو درکار ایک ایجنڈا کے طور پر بھی "خلافت" کا کچھ بیان ہو گا... تاہم صورتِ موجودہ کا تقاضا یہی ہے کہ اصل توجہ "جماعت" اور "ملت" ایسی عقائدی بنیادوں کو مستحکم کرنے پر دی جائے۔

برصغیر کی 'فکری دنیا' کے لیے، جہاں 'تعبیر کی غلطی' کا بھنور ہمیں آج تک گھماتا چلا آ رہا ہے... شاید یہ ایک نئی اپروچ ہو۔ مکتب ابن تیمیہ ان شاء اللہ العزیز ہماری بہت سی فکری الجھنوں کا کافی وشافی حل ہے۔

---

[1] خصوصاً وہ شاخیں جنہیں وہ کامیابی کے ساتھ کاٹ چکا۔ اس کی توجہ تو اس "تنے" پر ہو گی جس کے صحت یاب ہونے کی صورت میں یہ شاخیں خود بخود پھوٹ آئیں گی۔ 'شاخوں' کو موضوع بنا کر کسی کسی وقت البتہ وہ ہمیں اس بات پر لانا چاہتا ہے کہ اپنی ان کاٹ ڈالی گئی شاخوں سے 'ملتی جلتی' اشیاء کو اب ہم اُس کے ہیومن اسٹ شجر پر تلاش کریں! ہماری نظر میں اُس کا سب سے کاری وار آج یہ ہے۔